ازواج مطہرات

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام

تحریر: غلام سرور قریشی، عباس پورہ جہلم

حضور اقدس ﷺ کی بیویاں، جملہ اہل اسلام کیلئے تا قیامت مادرانِ گرامی کا درجہ علیا رکھتی ہیں۔ مائیں دنیا سے رخصت ہوتی رہتی ہیں اور آئندہ بھی ہوتی رہیں گی، لیکن اولاد کیلئے ان کی اہمیت وفضیلت اور قدر ومنزلت دائمی حیثیت رکھتی ہے۔ صالح اولاد کے تو کہنے ہی کیا، وہ تو اپنی ماؤں کی آبرو پر ہمہ وقت نثار ہونے کو تیار رہتی ہی ہے مگر ماں ایک ایسی مقدس ہستی ہے جس کی حرمت پر نالائق ترین اولاد بھی کٹ مرتی ہے۔ یہ کوئی احسان یا مروت کی بات نہیں بلکہ یہ اس خون کا اثر ہے جس سے اولاد کا وجود رحمِ مادر میں تشکیل پاتا اور پھر اس دودھ کی تاثیر ہے جو ماں دو سال تک اپنے جگر سے بنا کر پلاتی ہے۔ ان سب باتوں کے بعد بھی کچھ بدبخت انسان دنیا میں ہمیشہ ہی موجود رہے ہیں اور رہیں گے جو ان شفیق ورحیم ہستیوں کے باب میں بے ادبی کرتے ہیں اور کریں گے۔ رسول اللہؐ نے جنت ماؤں کے قدوم مبارک کے نیچے رکھ دی۔ گویا جنت اس شخص پر ممنوع ہے جو ماں کی خدمت نہیں کرتا اور اس کے ادب واحترام، اس کی خدمت اور علو مقام کے تقاضے نہیں پورے کرتا۔ یہ حکم ان ماؤں کے بارے میں ہے جو ہمیں تمھیں جننے والی ہیں مگر ازواج نبیؐ کا حکم ان کے حکم سے بڑھ کر اہم نہ ہے۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ طیبہؓ طاہرہ پر تہمت والے مسئلہ میں جن لوگوں سے لغزش ہوئی، قرآن مجید نے ان کی سخت گرفت کی۔ حقوق وخدمتِ مادر کے سلسلے میں قرآن وحدیث میں عمومی حکم تو ہمیشہ سے موجود تھے مگر جب معاملہ سیدہ عائشہؓ کا پیدا ہوا جو زوج نبیؐ ہونے کے ناتے ماں ہیں، تو ام المؤمنین کے حقوق کی پاسداری کیلئے اٹھارہ آیات نازل کی گئیں۔ اگر امہات المؤمنین کا مرتبہ ومقام اور شرف وعظمت ہمیں جننے والی ماؤں کے برابر ہوتا تو یہ اٹھارہ آیات نہ اتاری جاتیں۔ اس سے اولاد صالح اندازہ کرسکتی ہے کہ اُن اور اِن ماؤں کے مدارج میں کیسی کچھ تفاوت ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے: ﴿یا نساء النبی لستن کا حدمن النساء﴾ ترجمہ: ''اے نبیؐ کی عورتوؓ! تم کسی بھی دوسری عورت جیسی نہیں ہو'' یعنی دنیا جہاں کی ایک بھی عورت نساء النبی جیسی نہیں ہے۔ ہمیں معلوم ہے ہماری اپنی مائیں جنھوں نے ہمیں اپنے پاکیزہ ارحام میں رکھا، پھر دودھ پلایا اور بالفاظ قرآن وَھن پر وھن اٹھائے اور جن کے قدم میمنتِ لزوم کے نیچے جنت رکھ دی گئی ہے، اپنے تمام فضائل وکمالات اور برکات کے ساتھ بھی، امہات المؤمنین یعنی ازواج نبی علیہ السلام کے مقابل نہیں آسکتیں۔

پھر ارشاد ہوتا ہے: ﴿النبی أولی بالمؤمنین من انفسهم وازواجه امهاتهم﴾ ترجمہ: ''نبی علیہ السلام مسلمانوں کو اپنی جانوں سے بھی اولی ہیں۔ اور آپؐ کی ازواج مطہرات انکی مائیں ہیں'' اس حکم سے دو باتیں اخذ ہوتی ہیں۔ اوّل یہ کہ مسلمان ناموسِ نبوت پر اپنی جانیں نچھاور کرنے کو ہمہ وقت مستعد رہتے ہیں۔ میدانِ احد میں جب حضور اقدسؐ کفار کے نرغے میں تھے تو اصحاب نبیؐ نے اس حکم پر عمل کر کے دکھایا اور حضورؐ کی طرف آنے والے تیر اپنے سینوں پر لئے اور وہ سعادت پائی جو رہتی دنیا تک اب کسی کے حصے میں نہیں آسکتی۔ دوسری بات یہ نکلتی ہے کہ ازواج نبیؐ امت کی صرف منہ بولی مائیں نہیں ہیں کہ جن کی تعظیم سے تحریم نکلتی ہے۔ بلا شبہ اس ارشاد ربانی سے تحریم ثابت ہے مگر تحریم کے لئے اللہ باری تعالیٰ نے ایک الگ فرمان جاری فرمایا ہے کہ ''نبیؐ کی بیویوں سے ابداً نکاح نہ کرنا۔'' منہ بولا رشتہ تو ویسے ہی تحریم ثابت نہیں کرتا۔ سیدہ زینبؓ کا زیدؓ کے ساتھ نکاح ہونا اور نباہ نہ ہونے کے نتیجے میں زیدؓ کا طلاق دینا اور حضورؐ کے منہ بولے بیٹے زید کی مطلقہ سیدہ زینبؓ کا خود اللہ کا حضور سے نکاح باندھنا منہ بولے رشتوں کی تحریم کی تردید کرنے کو کافی ہے۔ لہذا یہ کہنا کہ ازواج نبی امت کی تعظیمی مائیں ہیں، ایک غلط خیال ہے۔ دیکھئے حضور اقدسؐ، سیدہ خدیجہؓ کا مال تجارت فروخت کرتے۔ خدیجہؓ عمر میں بھی حضورؐ سے کوئی پندرہ سال بڑی تھیں۔ کیا ان دو حوالوں سے آپؐ، سیدہ موصوفہ کی تعظیم نہ کرتے ہوں گے؟ ضرور کرتے ہوں گے، مگر اس تعظیم سے سیدہ خدیجہؓ آپؐ پر نکاح کے واسطے حرام نہ تھیں۔ اس لئے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ امہات المؤمنین صرف تعظیمی مائیں تھیں بلکہ وہ حقیقی ماؤں کی طرح امت پر حرام تھیں اور حرمت کا حکم قرآن میں مذکور ہے۔ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ تعالیٰ کا یہ فیصلہ پھر دو جہات کی نشاندہی کرتا ہے۔ اولاً یہ کہ امہات المؤمنین کا شانہ نبوت کی زینت رہ چکی تھیں اور اللہ تعالیٰ نہیں پسند فرماتے تھے کہ اب وہ کسی دوسرے گھر میں زینت افروز ہوں۔ حالانکہ اسلام کی عمومی تعلیم تو نکاح بیوگاں کی مؤید ہے۔ پر ہوتا یہ ہے کہ عقد ثانی کے بعد بیوہ کا وہ شرف سلب

ہو جاتا ہے جو پہلے خاوند کی عظمت سے اسے حاصل ہوتا ہے۔ منشائے الٰہیہ اس تحریم سے یہ تھی کہ امہات المومنین عظمت و تقدس کے اس لاثانی تخت پر لافانی طور پر متمکن رہیں جو انہیں ازواج نبیؐ کی حیثیت میں ارزانی ہوا تھا۔ اس رفعت پر متمکن رکھنے کی ضرورت یہ تھی کہ امت میں ان کے حق میں ادب و احترام کے جذبات دائمی طور پر برقرار رہیں۔ گویا یہ پوری سکیم اس لئے تیار کی گئی کہ امت، امہات المومنین کے حق ادب میں کسی بھی حوالے سے کوئی کوتاہی نہ کر بیٹھے۔ ثانیاً یہ کہ امہات المومنینؓ، اپنی بقیہ العمر اس نور ہدایت کی تعلیم و اشاعت کیلئے ہی وقف رکھیں، جسے انہوں نے صحابہؓ کے مقابلے میں زیادہ قریب سے دیکھا تھا۔ انہیں بحکم قرآن پابند کیا گیا تھا۔ ''تمہارے گھروں میں اللہ کی آیات اور حکمت کی جو تلاوت کی جاتی ہے، اسے خوب خوب یاد کرلیا کرو۔'' یہ یاد کرنے کا حکم اس لئے دیا گیا تھا کہ حضور اقدسؐ کے بعد امہات المومنین کو ہی کسی قرآنی حکم یا منشائے حدیث کی تشریح کرنا تھی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اصحاب رسولؐ اکثر و بیشتر تفہیم احکام کیلئے ان کی طرف رجوع کرتے رہے اور ان کی رائے پر عمل ہوتا رہا۔

اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات کیلئے پردے کا حکم خصوصی طور پر نازل فرمایا اور ساتھ ان کے شان میں مزید اضافہ فرمایا۔ ازواج مطہرات کے گھر تو دراصل رسول اللہ کے گھر تھے۔ مگر ارشاد ہوتا ہے: (**وقرن فی بیوتکن**) ترجمہ: ''یہ امتیازی درجہ امہات المومنین کو اس لئے دیا گیا کہ امت یہ یاد رکھے کہ کاشانہ ہائے نبوت میں بسنے والی ازواج اپنے گھروں کی باعزت مالکہ ہیں اور اہل بیت کی پوری پوری مصداق ہیں۔ سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی شان میں اترنے والی آیات تو صرف انہی کا مخصوص ہیں لہذا ضروری ٹھہرا کہ تمام ازواج مطہرات کی تطہیر بیان کردی جائے تاکہ اہل عالم پر عیاں ہو جائے کہ یہ پاکباز ہستیاں ہر لحاظ سے مقدس و مطہر ہیں اور ان کے بارے میں گفتگو کرتے وقت یاد رہے کہ یہ رجس سے بری ہیں۔ یہ سیرت و کردار کے لحاظ سے بحکم الٰہی ہر خامی سے مبرا ہیں۔ ان کے حق میں تنقیص و تنقید کا تصور بھی کسی مسلمان کے خیال میں نہ آنا چاہیے۔ رجس کسی بھی آلائش، کمزوری اور خامی کو کہا جاتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: ﴿**انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا**﴾ تحقیق اللہ کو منظور ہوا کہ اے اہل بیت تم سے رجس کو دور کر دیا جائے اور تمہیں اس طرح پاک کر دیا جائے جس طرح پاک کرنے کا حق ہوتا ہے۔'' اس حکم کے بعد کوئی بھی ذی شعور مسلمان ازواج نبی کے متعلق کوئی منفی تصور قائم ہی نہیں کرسکتا اور پھر دستور دنیا کے موافق اولاد اپنی ماؤں کے بارے میں عقیدت، محبت اور ادب کو ہی ملحوظ رکھتی ہے اور اگر اس کے الٹ کوئی گمان، کوئی رویہ یا کوئی رائے رکھتی ہو تو اس کے غیر صالح ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔

امہات المؤمنین کے مقابل ہم اپنی کسی مقدس ترین ماں کو بھی نہیں لا سکتے کیونکہ بحکم قرآن دنیا کی کوئی بھی عورت ان جیسی نہیں ہے۔ دوسرا پہلو یہ ہے کہ ہماری یہ مائیں ہمارے پیارے نبیؐ کی بیویاں ہیں اور اس ناتے آپ کو محبوب تھیں۔ امت پابند ہے کہ ان عظیم ہستیوں سے محبت کرے، ان کا ادب کرے، ان کا احترام کرے کیونکہ وہ نبیؐ کو محبوب تھیں۔ وہ بچہ کتنا بد بخت ہوگا جو اپنی ماں کی تنقیص کرے۔ اس کی شقاوت پر حدیث کی شہادت موجود ہے۔ پھر ماں بھی وہ جس کے زانوئے استراحت آفریں پر سر رکھ کر حضور اقدسؐ نے اپنی جاں، جان آفریں کے سپرد کی ہو۔ بدترین رجس سازش کرنا ہے، جب امہات المؤمنین سے رجس دور کر دیا گیا تو اماں عائشہ اور حفصہ پر کار خلافت کے سلسلے میں کسی سازش کا الزام لگانا قرآنی آیت کا انکار ہے اور قرآن کا انکار کیا ہے، یہ سب کو معلوم ہے۔

یہاں اکثر ایک بے بنیاد اور غیر عقلی خلط مبحث کیا جاتا ہے کہ اہل بیت میں ازواج نبی سرے سے شامل ہی نہیں ہیں۔ یعنی ﴿وقرن فی بیوتکن﴾ اور ﴿مایتلی فی بیوتکن﴾ میں، گھروں کو جن کے گھر کہا گیا ہے، وہی گھر والوں سے خارج ٹھہریں، کیا الٹی منطق ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ازواج نبیؐ کو اہل بیت سے نکالنے کی افادیت اور ضرورت کیا ہے۔ نبی علیہ السلام جب بھی کوئی عقد فرماتے تو اپنی نئی بیوی کے لئے ایک الگ حجرہ تعمیر کراتے۔ انہی حجرات کو ازواج کے ''بیوتکن'' قرآن نے کہا ہے۔ یعنی بیت تعمیر ہی زوج کے لئے ہوتا تھا۔ دنیوی دستور پر حضور گھر والے اور بی بیاں گھر والیاں تھیں۔ ان حجرات کے مکینوں کو اہل بیت فرمایا گیا ہے۔ حجرات نبوی الگ الگ ہر بیوی کا گھر تھے مگر مجموعی طور پر حضور اقدس کا گھر تھے۔ لیکن چونکہ تطہیر ازواج کی منظور تھی، اس لئے ان حجرات کو ان کے حوالے سے بیوتکن کہا گیا اور چونکہ نبی ﷺ بھی انہی حجرات کے مکین تھے اس لئے تطہیر سے آپ کو الگ نہیں کیا جا سکتا تھا گو کہ آپ ہمیشہ سے معصوم عن الخطا تھے۔ ازواج مونث تھیں اور حضورؐ مذکر تھے۔ عربی قاعدہ کے مطابق تطہیر کے واسطے ''ویطھرکم'' برتا گیا۔ جب مذکر مونث دونوں مخاطب ہوں تو عربی میں صیغہ جمع مذکر حاضر استعمال ہوتا ہے اور کم یہی ضمیر ہے۔ مگر یار لوگ رواج، زبان اور گرامر کو ایک طرف رکھ کر دور کی یہ کوڑی لائے کہ کم کے استعمال سے ازواج کی تخریج ہوگئی اور علیؓ، حسنین کریمینؓ اور فاطمہؓ کی شمولیت ہوگئی۔ دلیل کی بنیاد کثرت وقلت جنس بنائی گئی۔ یعنی کم اس وقت بولا جاتا ہے جب مخاطب، مذکر زیادہ اور مونث کم تعداد میں ہوں۔ ہم نے آج تک کوئی لغت، کوئی قانون گرامر یا عرب کا محاورہ اور روزمرہ نہیں پایا جو اس دلیل کی صحت پر دلیل ہو۔ عرب زندہ، عربی زبان زندہ، دنیا کے وسیع حصے پر عربی زبان کا چلن ہے۔ چلئے امام کعبہ سے پوچھ لیں جو ہر سال

لاکھوں مردوں اور عورتوں کے سامنے کھڑے ہو کر حج کا خطبہ ارشاد فرماتے ہیں۔ انہیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے سامنے فرزندان توحید کا جو سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ اس میں مذکر و مونث دونوں شامل ہیں مگر انہیں کسی بھی قرینے سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ تعداد میں مذکر زیادہ ہیں یا مونث! مگر وہ خطاب میں ''کم'' کا صیغہ برتتے ہیں۔ مزید دیکھ لیں، اس کا فیصلہ نہایت آسان ہے، اٹھئے، چار عجمی مرد اور ایک عجمی عورت جمع کر کے کسی بدوی عرب کے سامنے بٹھا دیں۔ وہ ان سے ''کم'' کے ذریعے گفتگو کرے گا۔ اب صورت بدل دیجئے۔ مرد ایک اور عورتیں چار کر دیجئے۔ وہ اب بھی ''کم'' ہی کے ذریعے ان سے گفتگو کرے گا۔ میں نے یہ تجویز اس لئے رکھی ہے کہ بدوی لوگوں کی زبان زیادہ فصیح اور محاورے کے مطابق ہوتی ہے۔

آیت تطہیر اہل بیت سب ازواج کے حق میں ہے۔ اہل بیت میں سے ازواج کی من حیث الجماعت تخریج کی بے ادبوں کو ضرورت یہ تھی کہ ان میں عائشہ؄ اور حفصہ؄ بھی شامل تھیں۔ جن کی تشریف وتکریم ان بے ادبوں کو گراں گزرتی ہے مگر ان کی تکلیف کا علاج پھر بھی نہیں ہو سکا کیونکہ سیدہ عائشہ؄ کی تطہیر الگ سے بھی قرآن میں موجود ہے۔ ان لوگوں کا درد، بے درماں ہے۔ وہ ایک ایسی مصیبت میں پھنس چکے ہیں کہ ازواج نبی کی تطہیر بھی انہیں قبول نہیں ہے۔ بات یہیں تک نہیں رکتی بلکہ بنات نبیؐ کی تعداد بھی انہیں منظور نہیں۔ کیونکہ اس تعداد کو قبول کر لیں تو عثمان؄ کا ذوالنورین ہونا ثابت ہوتا ہے اور وہ نبی کی دامادی کے شرف کے حامل ہوتے ہیں۔ عائشہ؄ و حفصہ؄ کی تطہیر اور عثمان؄ کی دامادی راہ تبرا کے سنگ گراں تھے۔ لہذا اہل بیت میں سے ازواج کی بے دخلی اور بنات نبی کی تعداد کو کم کرنا لازمی ولابدی تھا۔

آفتاب آمد، دلیل آفتاب کے بموجب اہل بیت کے حوالے سے ''کم'' پر دلیل خود قرآن مجید سے ہی کیوں نہ مانگ لیں۔ قرآن کا اسلوب بتا دے گا کہ اہل بیت کا جہاں بھی معاملہ زیر گفتگو ہوگا، وہاں ''کم'' کی ضمیر یعنی جمع مذکر حاضر۔ یہ دلیل نہ تو نئی ہے اور نہ میری دریافت ہے۔ اہل حق یہ دلیل ہمیشہ سے دیتے آرہے ہیں لیکن گمراہ کن عقائد پر اس کا اثر کہاں! بہر حال اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ سے یہ امر مخفی نہ تھا۔ اس لئے اہل بیت کی ترکیب پر ''کم'' کی ضمیر قرآن میں ایسے واضح طریق پر برتی کہ اہل حق سبحان اللہ پکار اٹھتے ہیں۔ آیئے آپ کو قرآن کا وہ مقام دکھا دیں: ترجمہ سورۃ ھود از آیت نمبر ۶۹ تا ۷۳ ''اور ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے ابراہیمؑ کے پاس، بشارت لے کر آئے (انسانی شکل میں) انہوں نے سلام کیا، ابراہیمؑ نے بھی سلام کیا، پھر فوراً تلا ہوا بچھڑا لائے۔ سو جب انہوں نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں بڑھتے تو ان سے ڈرے اور خوف زدہ ہوئے۔ انہوں نے کہا ڈریئے نہیں ہم قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں

اوران کی بی بی (حضرت سارہ) کھڑی سن رہی تھیں۔ پس وہ ہنسیں سو ہم نے اسے (حضرت سارہ کو) اسحاق اور اسحاق کے بعد یعقوب کی خوشخبری دی۔ وہ کہنے لگی ہائے خاک پڑے، اب میں بچہ جنوں گی۔ بڑھیا ہو کر اور یہ میرے میاں بالکل بوڑھے، واقعی یہ بھی عجیب بات ہے۔ فرشتوں نے کہا۔ کیا تم اللہ کے کاموں میں تعجب کرتی ہو۔ اس سے آگے میں قرآن کے الفاظ لکھتا ہوں: ﴿رحمت اللہ و برکاتہ علیکم اھل البیت انہ حمید مجید﴾

قارئین کرام! ان آیات کو قرآن میں سے خود بھی پڑھیں اور ان نکات پر توجہ فرمائیں:

الف) فرشتوں کا ایک مکالمہ حضرت ابراہیمؑ سے ہوا۔

ب) دوسرا صرف حضرت سارہ سے، چنانچہ فرشتوں نے بیٹیوں، پوتیوں کی بشارت سارہ ہی کو دی۔ بشرنہا میں ہا کی ضمیر کا مرجع سارہ ہیں یعنی امراۃ ابراہیم، اکیلی سارہ ہی نے تعجب کا اظہار کیا۔ فرشتوں نے اکیلی سارہ کو ہی ''اتعجبین'' کے ذریعے پوچھا۔ لیکن جب اہل بیت پر اللہ کی رحمت اور برکت کا ذکر ہوا تو علیکم یعنی ضمیر جمع مذکر حاضر، جو آیت تطہیر ازواج نبیؐ میں استعمال ہوئی۔ برتی گئی، پیش آمدہ صورت میں گھر میں صرف حضرت ابراہیمؑ اور سارہؓ کا ہونا ثابت ہوتا ہے یعنی ایک مرد اور ایک عورت پر ضمیر جمع مذکر حاضر بولی گئی۔ ''کم'' کی ضمیر دونوں مقامات پر اہل بیت کے ساتھ لائی گئی۔ واقعہ میں صرف حضرت ابراہیمؑ اور حضرت سارہ بیان ہوتے ہیں تو چاہیئے تھا کہ یہاں تثنیہ کا صیغہ لایا جاتا۔ العیاذ باللہ میں کلام الٰہی میں ترمیم نہیں تجویز کر رہا۔ صرف بات سمجھانے کی خاطر کہہ رہا ہوں یہاں تثنیہ مذکر حاضر یا تثنیہ مونث حاضر کا نہ لایا جانا ثابت کرتا ہے کہ اہل بیت میں شامل مذکر و مونث کی قلت و کثرت کو ملحوظ خاطر رکھے بغیر ضمیر جمع مذکر حاضر استعمال کرنا اللہ تعالیٰ کا اپنا اسلوب ہے۔ لہذا یہ کہنا کہ اہل بیت میں چار مرد یعنی نبیؐ، علیؓ، حسینؓ اور فاطمہؓ شامل تھے اور اس فہرست میں مردوں کی کثرت ظاہر کرتی ہے کہ ازواج مطہرات اہل بیت میں شامل نہ ہیں اور جس کی دلیل ''کم'' کی ضمیر جمع مذکر حاضر ہے، نری اور نری علمی بے مائیگی اور کھلی جہالت ہے سورۃ احزاب کی وہ آیات جن میں اہل بیت کی تطہیر بیان ہوتی ہے، ان کا ترجمہ ہدیہ قارئین ہے:۔ آغاز آیت نمبر 32 ینساء النبیؐ سے ہوتا ہے اور پورا بیان آیت نمبر 34 پر ختم ہوتا ہے۔ قارئین کرام قرآن مجید کھول کر پورے موقع محل کو دیکھیں تو تفہیم مزید بہتر ہوگی۔

''اے نبی کی بی بیو! تم معمولی عورتوں کی طرح نہیں ہو، اگر تم تقویٰ اختیار کرو اور تم (نامحرم مرد) سے (ضرورت کے تحت) بولنے میں نزاکت مت کرو۔ (اس سے) ایسے شخص کو (طبعًا) خیال (فاسد پیدا)

ہونے لگتا ہے جسکے قلب میں خرابی ہو اور قاعدہ (عفت) کے مطابق بات کہو، اور تم اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور قدیم زمانہ جاہلیت کے دستور کے موافق مت پھرو۔ اور تم نمازوں کی پابندی کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور اللہ اور اس کے رسول کا کہنا مانا کرو۔ اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ اے اہل بیت تم سے (عنکم) آلودگی کو دور رکھے اور تم کو اس طرح پاک رکھے کہ جس طرح پاک رکھنے کا حق ہوتا ہے۔ اور تم ان آیات الٰہیہ کو اور اس حکمت کو یاد رکھو جن کا چرچا تمہارے گھروں میں رہتا ہے۔ بے شک اللہ راز دان پورا باخبر ہے۔''

ان آیات میں سارا خطاب براہ راست نساء النبی سے ہے۔ جو بذات خود ایک بڑی فضیلت ہے۔ اس ساری عبارت میں مندرجہ ذیل افعال و ضمائر کر برتے گئے ہیں۔ لستن . ان اتقیتن . فلاتخضعن . قلن . قرن . بیوتکن . ولا تبرجن . اقمن . اتین . اطعن

عنکم (ضمیر) کم (ضمیر) اذکرن . بیوتکن (ضمیر) ان پر غور فرمائیے۔ ترجمہ پر ایک نظر پھر ڈالئے۔ گھر ازواج کے ہیں اور ان کو جتنے احکام دیئے گئے ہیں، سب کے سب صیغہ جمع مونث حاضر میں ہیں۔ کن کی ضمائر بھی جمع مونث حاضر کیلئے ہیں۔ سارا کلام ان کے متعلق اور براہ راست ان سے ہے اور جب تطہیر مقصود ہوئی تو کیا مخاطب کی جگہ ان لوگوں کو رکھ لیا گیا جو سلسلہ کلام میں موجود ہی نہ تھے؟ اس استدلال سے بڑھ کر بودا استدلال کیا ہوگا۔ یہاں تو کلام بول بول کر اور پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ اہل لبیعت، ازواج نبی ہی ہیں۔ حدیث کیسا ہمارے موقف کی صحت پر ایک ایسا ثبوت ہے جس کی تردید ہو ہی نہیں سکتی۔ اس حدیث کے مطابق رسول اللہ ﷺ پر جب اہل البیت کی آیت تطہیر نازل ہوئی تو آپ سیدہ فاطمہؓ کے گھر میں تھے۔ آپ نے سیدنا علیؓ، حسنین کریمینؓ اور فاطمہؓ کو اپنی چادر میں ڈھانپ کر فرمایا: ''یہ میرے اہل بیت ہیں'' آپؐ نے ایسا کس کو کر کے دکھایا تھا۔ اللہ تعالیٰ کو یا دنیا کے انسانوں کو؟ کیا حضورؐ یہ فرما کر اللہ تعالیٰ کو بتانا چاہتے تھے کہ اہل بیت کون ہیں؟ اگر یہ ہے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا اللہ تعالیٰ کو ہی نہ معلوم تھا کہ اہل بیت میں کون لوگ اس نے شامل کئے ہیں؟ اگر اس کا جواب اثبات میں ہے تو ایمان جاتا رہا۔ دوسرا قرینہ کہ آپؐ نے ایسا دنیا والوں کو بتانے کیلئے کیا تھا تو فاطمہؓ کے گھر میں غیر کا کیا دخل تھا؟ یہ تو ممکن تھا کہ حضورؐ اہل البیت کے ارکان کی تفصیل مزید اللہ تعالیٰ سے پوچھتے مگر یہ تو ہو ہی نہیں سکتا تھا کہ آپؐ اللہ تعالیٰ کو دکھانے کیلئے ارکان اہل البیت کا عملی مظاہرہ (Demonstration) کرتے۔ صورت یہ بنی کہ اللہ تعالیٰ کو دکھانے کی ضرورت نہ تھی۔ اغیار خانہ علیؓ میں موجود نہ تھے۔ تیسری صورت یہ بنتی ہے کہ جب ازواج نبی تشریف و تقدیس اور تعظیم و تحریم میں تطہیر کے ذریعے ہم دوش ثریا ہوگئیں تو حضور اقدسؐ نے چاہا کہ سیدنا علیؓ، سیدہ

فاطمہؓ اور حسنؓ و حسینؓ کا شمار بھی ان کے اہل بیت میں ہو اور وہ بھی ازواج مطہرات کے ساتھ تطہیر کی تشریف سے متصف ہو جائیں اور آنجناب کا ایسا چاہنا، اس بے پناہ محبت کا قدرتی و منطقی تقاضا تھا جو آپ کو ان چار بزرگوار ہستیوں سے تھی۔ سو آپ نے ان کو بھی دعا کے ذریعے اپنے گھر کے افراد میں شامل کرانے کی تدبیر فرمائی۔

ازواج نبی حجرات نبی کی مکین تھیں۔ ان حجرات کو قران مجید میں ازواج نبیؐ کے بیوت (گھر) کہا گیا ہے۔ (بیوتکن) لہذا یہ امر قابل تصور بھی نہیں کہ گھر کے اندر رہنے والی بیویوں کو افرادِ خانہ کی فہرست میں شمار نہ کیا جائے اور اگر منشائے الہیہ یہی ہوتی تو آغاز کلام براہ راست ازواج نبی سے نہ ہوتا۔

حجرات نبی جنہیں ازواج مطہرات کے بیوت کہا گیا ہے۔ یہ سب پہلے درجہ میں حضور اقدسؐ کے ہی گھر تھے۔ مگر ازواج مطہرات کا شرف بڑھانے کیلئے، انہیں ان کے بیت (بیوتکن) کہا گیا۔ ہوتا یہ تھا کہ حضور اقدسؐ جب نکاح فرماتے تو نئی بیوی کیلئے الگ حجرہ تعمیر کراتے۔ مگر جب سیدہ فاطمہؓ کا نکاح سیدنا علیؓ سے ہوا تو وہ ان کے گھر چلی گئیں۔ شادی کے بعد بیٹی، اس کے خاوند اور اس کی اولاد کا شمار اس کے بیت اب میں نہیں ہوتا۔ بیت علی، حجرات نبی سے بالکل الگ تھا۔ اس لئے افراد بیت علیؓ کو کسی بھی طریق پر حجرات نبی کا مکین نہیں کہا جا سکتا اور یہی وجہ ہے کہ آپ نے انہیں اپنی چادر مبارک میں لیا اور انہیں اپنے افراد خانہ میں شامل کرنے کی دعا اللہ تعالیٰ سے کی۔ اور ان چار نفوس قدسیہ سے ہماری محبت ہمیں ان کی شمولیت فی اہل البیت مسرور کرتی ہے مگر دوسری طرف تعصب و بعض خود گھر والیوں کو گھر کے رہنے والوں میں سے نکالنے پر مصر ہے۔ وحال آنکہ اگر وہ نہ ہوتیں تو سرے سے بیوت ہی نہ ہوتے بلکہ صرف ایک ہی حجرہ ہوتا جس میں حضور اقدسؐ قیام فرمایا کرتے۔

یہاں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ اہل البیت اور ان کی تطہیر کوئی موروثی فضیلت نہ تھی۔ ازواج نبی کے ساتھ سیدنا علیؓ، سیدہ فاطمہؓ اور حسنین کریمینؓ رسول اللہؐ کے اہل البیت بنے۔ آیت تطہیر اصلاً و اولاً ازواج نبیؐ کیلئے اتری اور بعد میں علیؓ، فاطمہؓ اور حسنؓ و حسینؓ تک وسیع ہوئی۔ صحابہ کی اولاد میں اور نسلیں بھی اس دنیا میں موجود ہیں۔ مگر صحابیہ کی فضیلت کسی سلسلہ میں موروثی طور پر منتقل نہیں ہوتی ٹھیک اسی طرح یہ تطہیر بھی کسی سلسلہ نسب میں میراث کے طور پر منتقل نہیں ہوئی بلکہ صرف اور صرف نبیؐ، ازواج نبیؐ، علیؓ، فاطمہؓ اور حسنین کریمینؓ کی ذات پر ختم ہوگئی۔ اگر کسی کے نسب کی صحت یا عدم صحت کی بحث میں پڑے بغیر ہی یہ مان لیا جائے کہ ہر مدعی واقعی حسنی حسینی سید ہے اور اس حوالے سے شامل اہل بیتِ نبیؐ ہے اور آیت تطہیر کا مصداق

ہے تو پھر بڑی مشکل پیدا ہوگی۔ تطہیر کے بعد تو اہل بیت نبیؐ اسلامی سیرت و کردار کے وہ پاکیزہ نمونے تھے جن کی زندگیوں میں سے رجس نکال دیا گیا تھا۔ ہم تمام حوالے چھوڑ کر صرف یہ پوچھتے ہیں کہ بھلا فلم کی دنیا میں رجس ہے یا نہیں؟ کیا کوئی شخص جس کی اللہ تعالیٰ نے تطہیر فرما دی ہو، اس دنیا سے بھی کوئی تعلق رکھ سکتا ہے اور اگر رکھ سکتا ہے تو تطہیر کہاں رہ گئی؟

سیدنا علیؓ کا نام نامی و اسم گرامی السابقون والا ولون میں شامل ہے جو امت محمدیہ کے بنیادی ارکان تھے۔ مگر آپ نے یا آپ کی اولاد نے دوسرے اہل اسلام کو اپنے مقابل کبھی امتی نہیں ٹھہرایا۔ ازواج نبیؐ کو اللہ اور اس کے رسول پاک کی اطاعت کا حکم دیا جانا ظاہر کرتا ہے وہ اہل بیت ہو کر بھی شامل امت اور اطاعت رسولؐ کی پابند ہیں۔

خاندان پیغمبر یعنی بنو ہاشم پر صدقہ، خیرات و زکوٰۃ ممنوع ہے۔ جو اس وجہ سے ضروری تھا کہ آپ کا عالی گھرانہ، ہمیشہ سربلند رہے اور یہ حرمت و امتناع آج بھی برقرار ہے۔ لیکن آپؐ نے اپنی عم زاد سیدہ زینب کا نکاح، اپنے منہ بولے بیٹے اور آزاد کردہ غلام سیدنا زیدؓ سے کر کے یہ تعلیم امت کو دی کہ تزویج و مناکحت کے سلسلے میں ہاشمی و غیر ہاشمی کی تفریق و تمیز اسلام میں روا نہ رکھی جائے گی۔ تب اور اب تمام اہل اسلام امت محمدیہ تھے اور ہیں لہذا کوئی بھی سلسلہ نسب اپنے مقابل دوسرے اہل اسلام کو امتی کہہ کر خود کسی دوسرے درجۂ اعلیٰ پر متمکن نہیں ہو سکتا۔

بموجب قرآن مجید قبائل تو صرف شناخت کیلئے ہیں۔ مکرمت اور شرف صرف اور صرف تقویٰ سے ہے۔ ہمیں اصولی طور پر اس سے کوئی تعرض نہ ہے کہ کوئی شخص اپنا حسب نسب کیا بیان کرتا ہے۔ ذات پات کی تقسیم تو ہندو معاشرے کا خاصہ ہے۔ ہمیں افسوس ہے کہ اسلامی تعلیم کے علی الرغم، مسلمانان پاکستان ذاتوں، جاتیوں اور پیشوں کے حوالے سے انسانوں کو دیکھتے ہیں۔ چند ہوشیار لوگوں نے اپنے لئے تو اونچی ذاتیں مقرر کر لیں اور آبادی کے بڑے حصے کو کمین بنا کر رکھ دیا۔ چھوٹی جاتی کے لوگوں کو جب فراوانی و فراخی میسر آتی ہے تو فوراً اپنی ذات بدلتے ہیں اور اس ضمن میں بڑے لطیفے زبان زد عوام رہتے ہیں۔ مگر یہ لوگ ایک اور قسم کی معاشرتی تضحیک کا نشانہ بن کر رہ جاتے ہیں۔ ممکن تھا کہ ان کے ہاں رزق کی فراوانی دیکھ کر اور ان کے اچھے کردار پر نظر کر کے لوگ ان کی ذات یا قومیت کو بھول جاتے مگر جن جن لوگوں نے ذاتیں بدلی ہیں، لوگ عمداً اور بڑے اہتمام سے ان کی پچھلی ذات کا حوالہ ہر موقع و محل پر دیتے رہتے ہیں اور یوں وہ اپنی پچھلی ذات سے ہرگز پیچھا نہیں چھڑا سکتے۔